© rasailojaraid.com

﴿اداریہ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

دینی مدارس کو درپیش مسائل اور ہماری ذمہ داریاں

رئیس التحریر مولانا سید نسیم علی شاہ الہاشمی ۔ مہتمم جامعہ

اسلام کی تاریخ پر اگر ہم نظر ڈالیں تو ابتداء ہی سے مدرسہ اور طالب علم کا تصور موجود ہے۔ مکہ مکرمہ میں دار ارقم اور مسجد نبوی بننے کے ساتھ طلباء اصحابِ صفہ اور ان کا چبوترہ مدرسے کا مثال پیش کرتا ہے۔ حضور پاکؐ کی رحلت کے بعد اسی درسگاہ کے فضلاء حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مکہ مکرمہ، حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت زیدؓ نے مدینہ منورہ، حضرت امیر معاویہؓ نے شام اور حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت علقمہؓ نے کوفہ جاکر اسی درسگاہ کے نظام کو توسیع دی۔ کوفہ میں ابراہیم نخعیؒ، حماد، امام ابوحنیفہ اور صاحبین کی پیداوار اسی میں نظام کا تسلسل تھا۔

فاتحینِ برصغیر سلطان محمود غزنوی اور محمد بن قاسم وغیرہ جب حملہ آور ہوئے تو اپنے ساتھ جید جید علماء بھی ساتھ لے آئے۔ ان میں سلطان محمد ابن تغلق و دیگر خصوصاً اہل علم کے محبین تھے سلطان اورنگزیب عالمگیر کے دور تک علماء کرام برصغیر کے مختلف درسگاہوں میں تدریس کی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ سلطان اورنگزیب عالمگیر کے دور میں ایک طرف انگریز کا غلبہ ہوتا رہا تو دوسری طرف وہ خود علمی شخص تھے۔ ان کے دور میں ۴۰۰/ چارسو جید علماء کے مشاورت سے فتاویٰ عالمگیری ترتیب پائی۔ شاہ عبدالرحیمؒ نے جامعہ رحیمیہ کی بنیاد قائم فرمائی شاہ ولی اللہؒ نے وسعت دی اور ان کے چاروں بیٹوں شاہ عبدالغنی، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر نے اس مشن کو بہت آگے بڑھایا۔ مولانا قطب الدین سہالویؒ معروف باقطب شہید اور ان کے بیٹے ملا اسعد اورنگزیب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے فرنگی محل لے کر اس میں بڑی درسگاہ قائم کی۔ 1105ھ میں یہ خاندان لکھنؤ منتقل ہوا قطب شہید کے چار بیٹوں میں مشہور مولوی نظام الدین اولیاء نے مدرسہ عالیہ نظامیہ قائم کیا۔ اس ادارے کے بہت دینی خدمات ہیں۔ آج کل درس نظامی کا مروجہ نصاب انہی کا سلسلہ چلتا آرہا ہے۔ ان کے فرزند سید عبدالعلی بحرالعلوم اور ان کی اولاد میں مولانا عبدالحئیؒ کی طرح شاہکار علماء پیدا ہوئے جنہوں نے 39 برس کی عمر میں 409 تصانیف لکھیں۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ برصغیر میں جب انگریز قابض ہوا تو دہلی اور قرب وجوار میں 5000 علماء مختلف درسگاہوں میں درس وتدریس میں مشغول تھے۔ اور یہی تعداد اودھ اور حیدرآباد دکن میں بھی تھی۔ جب انگریز آیا تو ان میں سے بعض مدارس کو بارود سے اُڑا دیا اور بعض کو بند کردیا، اس کے بعد مدارس کی نئی صف بندی 1866ء میں شروع ہوئی۔ جب دیوبند میں حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے دارالعلوم دیوبند اور سہارنپور میں مولوی محمد مظہر نے مظاہر العلوم کی داغ بیل ڈالی۔ آج ہم پوری دنیا میں برصغیر کے محققین، مفسرین ومحدثین علماء اور مبلغین واہل تصوف پر اگر فخر کرتے ہیں تو یہ انہی مدارس کی برکت اور مرہون منت ہے۔ یہی حقیقت اگر آج عام مسلمان بمشکل تسلیم کرتا ہے تو صدیوں قبل اہل مغرب پر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے روز اول سے علماء اور مدارس کے خلاف سازشوں، اقدامات اور پروپیگنڈوں میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

تاریخ کے اوراق اگر ہم پلٹیں تو 1857ء کی جنگ آزادی اور اس کے بعد مدارس اور کتاب مقدس کو جس بے دردی سے شہید کردیا گیا۔ علماء کرام کو پھانسی پر لٹکانا، انگاروں پر زندہ رکھ کر جلانا، خنزیر کی چمڑوں میں بند کرکے سمندر میں پھینکنا الغرض تاریخ کے صفحات اس طرح واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔ انہی قربانیوں کے بل مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آیا۔ مگر اس کے بعد بھی یہی مدارس اغیار کی نظروں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں کھٹکتے گئے۔آج جن حالات کا سامنا مدارس کررہے ہیں۔انہی کا تسلسل ہے فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے بلاواسطہ دونوں آمنا سامنا کررہے تھے اب یہ کام ہمارے اپنے ہی کررہے ہیں۔اس وقت یہ جنگ گولی اور تلوار کے ذریعہ لڑی جاتی تھی لیکن پاکستان بننے کے بعد طریقہ کار بدل گیا۔پہلے دینی اور عصری تعلیمی اداروں اور علوم کے حاملین کے درمیان خلیج پیدا کردی گئی۔اس کے بعد حکومتی سطح پر ان پر دقیانوسیت اور قدامت پسندی کا لیبل لگا کر اصلاحات کی آڑ میں مداخلت کے منصوبے شروع کردیئے گئے۔ہر حکومت نے مدارس میں عصری علوم اور کمپیوٹر وغیرہ نصاب میں شامل کرنے کے دلکش نعرے کے تحت اپنے زہر آلود نظریات کو ٹھونسنے کی ناکام کوشش کی۔اور پھر خصوصاً آج سے تقریباً آٹھ برس قبل نام نہاد دہشت گردی کے خلاف شروع کئے گئے جنگ میں مدارس کو دہشتگردی کے اصل مراکز قرار دیئے۔

ا:......آج میڈیا کے ذریعہ مدارس کا جو ٹرائل کیا جارہا ہے اور مدارس کے کردار وحقیقت سے ناآشنا لوگ مدارس کے بارے میں طرح طرح کی آرا، تجزیے اور تجاویز دے رہیں ہیں۔بعض مدارس ان سے اتنے مرعوب ہوئے کہ انہوں نے بیک وقت عصری اور دینی علوم دونوں اکھٹے شروع کئے جو کہ سراسر طالب علم کو تشویش اور مصیبت میں ڈالنے کے سوا کچھ نہیں۔ہم دینی اداروں کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے حق میں ہیں۔لیکن اس کا طریقہ کار یہ ہونا چاہیئے کہ وفاق المدارس پرائمری سے میٹرک کی سطح تک خود ایک جامع نصاب تشکیل دے تاکہ میٹرک کے بعد بچہ ذہنی اور نظریاتی لحاظ سے درس نظامی پڑھنے کے لئے مستعد اور اہل ہو اور ساتھ اس کے عمر واستطاعت کے مطابق ضروری دینی علوم سے بھی واقفیت ہو۔آج جو مختلف مدارس والے اپنے طور پر بچے کے عمر اور استطاعت کا لحاظ کئے بغیر نئے نصاب وضع کرکے ٹھونسنے کی کوشش کرتے ہیں اس کے کچھ حوصلہ افزاء نتائج نہیں نکلتے۔میٹرک کے بعد درس نظامی میں صرف ضروری حد تک سائنس، کمپیوٹر اور معاشیات کے معلوماتی کتب شامل کئے جائیں کہ ان سے اپنا نصاب متاثر نہ ہو۔

۲:......حالات بدلنے اور حکومت کے ناجائز منصوبوں پر وفاق کے اکابرین خصوصی نظر رکھا کریں اور ان کے مطابق اپنے موقف کی بروقت وضاحت کریں۔اگر کوئی ان سے متفق نہ ہو اور حکومت یا کوئی اور ان کے خلاف عملاً اقدام کی حد تک نوبت پہنچے تو ایسی صورت میں یا تو بروقت ان کے خلاف از خود قدم اٹھائے یا اُن سے اپنی براءت کا اظہار کرے۔تاکہ سارے مدارس کے خلاف پروپیگنڈہ نہ ہو۔اس کے علاوہ حکمرانوں کے لئے علامہ اقبالؒ نے ایک موقع پر فرمایا: کہ ان مکینوں کو اپنی حالت پر رہنے دیں۔ان ہی مسلمان بچوں کو انہی مدارس میں پڑھنے دیں۔اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے۔تو جانتے ہو کیا ہوگا۔آج بھی اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات کے علاوہ مسلمانوں کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ہندوستان میں اگر انہی مدارس کو چھیڑا گیا تو مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود صرف تاج محل، لال قلعہ اور بادشاہی مسجد کے علاوہ مسلمانوں کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔

لہٰذا ارباب اختیار اور ذمہ داران حکومت کو چاہیئے کہ مغرب کی اندھی تقلید کی بجائے ملکی وملی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے باہمی مشاورت سے دوراندیشانہ اقدامات کرکے بہتری کی طرف گامزن ہوں نہ کہ استعماری قوتوں کے زہر آلود منصوبوں اور پروپیگنڈوں کے تحت بے جا مداخلت اور خوانخواہ ان کو حکومتی کٹہرے میں لانے کی سوچ اپنائے۔

☆☆☆☆☆☆

© rasailojaraid.com